Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date26-02-2026

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

نبی کریم ﷺ کے ذاتی وریاستی مالی وانتظامی اخراجات کا جامع، تفصیلی اور تجزیاتی مطالعہ

A Comprehensive, Detailed, and Analytical Study of the Personal and State Financial and Administrative Expenditures of Prophet Muhammad ﷺ

Ghulam Qadir Abrari
Lecturer Islamic Studies, Al-Qadir University Project Trust
ghulam.qadir@alqadir.edu.pk
Asad Ullah al-Azhari
Lecturer Islamic Studies, Al-Qadir University Project Trust
asad.ullah@alqadir.edu.pk

Abstract:
This study presents a comprehensive analysis of the personal and administrative expenditures of Prophet Muhammad ﷺ, highlighting the principles and practices that shaped the financial framework of the early Islamic state. The article is divided into two main sections: the first discusses the personal expenses of the Prophet ﷺ, while the second examines his administrative and state expenditures. The first section reveals that the personal financial life of the Prophet ﷺ was marked by simplicity, selflessness, and generosity. Whatever wealth came to him was promptly distributed among the needy, guests, and for social welfare, without any inclination toward accumulation or savings. The Prophet ﷺ consistently prioritized the needs of the poor and vulnerable over his own, often enduring hardship while ensuring the well-being of others. His unmatched generosity is evident in numerous instances where he continued to give even when he possessed very little. The second section explores the administrative expenditures and institutional structure established by the Prophet ﷺ. It highlights the management of public funds, allocation of resources such as zakat and khums, and the development of various state functions including judiciary, education, diplomacy, and public welfare. The Prophet ﷺ established an organized administrative system by appointing scribes, governors, judges, and tax collectors, ensuring accountability and efficiency. Diplomatic relations were maintained through envoys and delegations, while educational initiatives included the promotion of literacy and learning foreign languages. The study concludes that the financial and administrative system of the Prophet ﷺ was balanced, transparent, and welfare-oriented, offering a practical and ethical model that remains relevant for contemporary governance and socio-economic justice.

Keywords: Seerat-e-Nabviﷺ, Personal Expenditures, Administrative Expenditures, Islamic Governance, Welfare State, Public Finance, Early Islamic Economy

CC BY

تعارف:

اس تحقیق میں نبی کریم ﷺ کے ذاتی اور انتظامی اخراجات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ذاتی سطح پر آپ ﷺ کی مالی زندگی سادگی، قناعت اور بے مثال سخاوت کا نمونہ تھی، جہاں آپ ﷺ اپنے پاس آنے والا مال فوری طور پر مستحقین، مہمانوں اور معاشرتی ضروریات پر خرچ فرمادیتے تھے اور ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی ترجیح ہمیشہ معاشرے کے کمزور اور ضرورت مند طبقات کی کفالت رہی، جس سے ایک فلاحی اور متوازن معاشی نظام کی بنیاد رکھی گئی۔

انتظامی سطح پر، نبی کریم ﷺ نے ایک منظم ریاستی ڈھانچہ قائم کیا جس میں بیت المال، عدلیہ، تعلیم، سفارت کاری، بلدیاتی نظام اور فلاح عامہ جیسے شعبے شامل تھے۔ آپ ﷺ نے زکوٰۃ، خمس، فے اور دیگر مالی وسائل کو باقاعدہ اصولوں کے تحت خرچ کیا اور ریاستی امور کے لیے اہل افراد کو ذمہ داریاں تفویض کیں۔ سفارتی سطح پر مختلف قبائل اور بیرونی حکمرانوں سے روابط قائم کیے گئے، جبکہ تعلیمی میدان میں زبانوں کے سیکھنے اور علم کے فروغ پر زور دیا گیا۔ اسی طرح عدل وانصاف، شہری منصوبہ بندی اور سماجی بہبود کے اصولوں کو عملی طور پر نافذ کیا گیا۔

یہ مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مالی وانتظامی نظام نہ صرف روحانی بلکہ عملی، سماجی اور اقتصادی لحاظ سے ایک مکمل اور متوازن ماڈل پیش کرتا ہے۔

یہ تحقیق نبی کریم ﷺ کی ذاتی اور ریاستی مالی پالیسیوں کا ایک جامع اور تفصیلی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس مضمون کو دو بنیادی مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے: پہلی مبحث میں نبی کریم ﷺ کے ذاتی مصارف کو بیان کیا گیا ہے، جبکہ دوسری مبحث میں آپ ﷺ کے انتظامی اور ریاستی اخراجات کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

مبحث اول:۔

نبی کریم ﷺ کے ذاتی مصارف۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتی مصارف کی نمایاں خصوصیات مندرجہ ذیل تھیں:

جو مال آپ ﷺ کو ملتا وہ فورا مستحقین یا ضروری اخراجات پر خرچ فرما دیتے بچا کر رکھنے کو ترجیح نہیں دیتے تھے دراصل محتاجوں اور ضرروتمندوں کی معاشی کفالت کا خیال مستقل کی ضروریات پر غالب رہتا تھا۔

لہذا آپ ترجیحی بنیادوں پر مستحقین کی ضروریات پوری کیا کرتے تھے علامہ ذہبی کے الفاظ قابل ذکر ہیں:

آپ ﷺ کی مالیاتی پالیسی یہ تھی کہ جونہی آپ ﷺ کے پاس مال آتا آپ فورا تقسیم کر دیتے یہاں تک کہ صبح کو آتا تو دوپہر نہ ڈھلنے دیتے اور شام کو آتا رات گزرنے نہ دیتے۔

CC BY

چند نظائر ملاحظہ ہوں:

بحرین سے ایک دفعہ خراج کالداہوا خزانہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کے صحن میں ڈال دیا جائے۔ صبح کی نماز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خزانہ کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب سب ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دامن جھاڑ کر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ یہ گویا کوئی غبار تھا۔ جو دامن مبارک پر پڑ گیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے گھر میں رات کے کھانے کے لئے صرف بکری کا دودھ رکھا تھا کہ ایک غفاری مہمان آگئے، آپ ﷺ نے مہمان داری کے طور پر سارا دودھ اس کو پلا دیا اور گھر والوں نے یہ رات فاقہ سے بسر کی۔

فبيت الليلة كما بتنا البارحة [1]۔

بسا اوقات عطاو بخشش اتنی زیادہ ہوتی کہ لینے والے کے لیے اٹھ کر چلنا دشوار ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا وہ اس قدر کثیر رقم تھی کہ اس سے پہلے دارالاسلام میں کبھی نہیں آئی تھی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو صحن مسجد میں ڈالو، اس کے بعد جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو اس پر مڑ کر نظر تک نہ ڈالی، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے تقسیم شروع کی جو سامنے آتا اس کو دیتے چلے جاتے، حضرت عباسؓ کو جو غزوۂ بدر کے بعد دولت مند نہیں رہے تھے، اتنا دیا کہ اٹھ کر چل نہ سکتے تھے۔

ثم احتمله فألقاه على كاهله ثم انفلق [2]

جہاں تک کھانے پینے کی بات ہے تو معمولی چیز بھی تنہا نہ کھاتے تھے، بلکہ صحابہ کرامؓ کو شریک فرما لیتے تھے، کسی غزوہ میں ایک ۱۳۰/ صحابہؓ ساتھ تھے، آپ ﷺ نے ایک بکری خرید کر ذبح کر ڈالی اور کلیجی کے بھوننے کا حکم دیا وہ تیار ہوئی تو تمام صحابہ کو تقسیم فرمایا، جو لوگ موجود نہ تھے ان کا حصہ الگ رکھا۔ [3]

حضور ﷺ کی سخاوت اور انفاق کا یہ عالم تھا کہ گھر میں اگر دینار و درہم آتے جب تک انہیں تقسیم نہ کرا دیتے اس وقت تک طبیعت میں بے چینی رہتی اور تقسیم کرنے پر ہی سکون و اطمینان محسوس کرتے، چنانچہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو چہرہ متغیر تھا، بے چینی کے آثار ہویدا تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خیر تو ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے"۔

---

[1]. (مسند احمد حدیث ابی بصرہ الغفاری حدیث ۲۷۲۲۶)

[2]. بخاری باب القسمة حدیث ۴۲۱)

[3]. اخلاق نبوی ﷺ واقعات کے آئینہ میں

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

ایک دفعہ رئیس فدک نے چار غلہ بردار اونٹ خدمتِ نبوی ﷺ میں بھیجے، حضرت بلالؓ نے غلہ بازار میں فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض ادا کیا، پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر اطلاع دی، آپ ﷺ نے پوچھا کچھ بچ گیا ہے، آپ نے فرمایا: جب تک کچھ باقی رہے گا میں گھر نہیں جاسکتا، حضرت بلالؓ نے کہا: میں کیا کروں؟ کوئی سائل نہیں، آنحضرت ﷺ نے مسجد میں رات بسر کی، دوسرے دن حضرت بلالؓ نے آکر کہا: یارسول اللہ ﷺ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا، یعنی جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم کر دیا گیا، آپ ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (4)

ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے اور پھر فوراً نکل آئے، لوگوں کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں رکھا گیا ہے، گمان ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور سونا گھر میں پڑا رہ جائے، اس لیے جا کر اس کو فوراً خیرات کر دینے کو کہہ آیا۔

فکرہت أن یبیت عندنا فامرت بقسمتہ'' (5)

مرنے والوں میں اگر کوئی مقروض مرتا تو اس کے قرض کی ادائیگی آپ ﷺ اپنے ذمہ لیتے اور اگر وہ کچھ مال ترکہ میں چھوڑ جاتا تو اس کے وارثین کو تلاش فرماتے، کسی کا آزاد کردہ غلام اگر انتقال کر جائے تو قاعدہ کی رو سے آزاد کرنے والا آقا اس کے ترکہ کا حقدار ہوتا ہے، ایک مرتبہ آپؐ کا اس قسم کا غلام انتقال کر گیا، لوگ اس کا متروکہ سامان آپ ﷺ کے پاس اٹھالائے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کوئی اس کا یہاں ہم وطن ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمام چیزیں اس کے حوالے کر دو، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور کوئی مال چھوڑ کر نہ جائے تو ہم اسے ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مر جائے تو وہ وارثوں کا حق ہے۔''

ومن ترک دیناً او ضیاعاً فلیأتنی فأنا مولاہ (6)

سخاوت کرنے والوں کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص جب بار بار مانگتا ہے تو وہ اس سے بددل ہو جاتے ہیں اور ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کا حال یہ تھا کہ بار بار مانگنے پر بھی عطا فرمادیا کرتے تھے، تاآنکہ آپ ﷺ کے پاس پیسے ختم نہ ہو جائیں، البتہ لوگوں کو مانگنے کی عادت سے باز رکھنے کے لئے نصیحت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ چند انصار نے آپ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے دے دیا، پھر مانگا پھر دے دیا، جب تک رہا آپ ﷺ دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ نہ

(4). اخلاق نبوی ﷺ واقعات کے آئینہ میں ''فکبر وحمد اللہ شفقاً من أن یدرکہ الموت'' (ابوداؤد فی الامام تقبل ہدایا المشرکین حدیث ۳۰۵۵)
(5). (نسائی باب الرخصۃ للإمام حدیث ۱۳۶۵)
(6). (بخاری باب الصلاۃ علی من ترک دینا: حدیث: ۲۳۹۹)

CC BY

رہا، لیکن وہ باوجود اس کے حاضر ہوئے اور درخواست کی ،آپ ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جو کچھ ہوگا اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا، مگر جو شخص اللہ تعالیٰ سے گداگری سے بچنے کی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اسے اس لعنت سے بچادیتا ہے۔

ومن يستعف يعفه الله (7)

جود وسخا ہمارے نبی کریم ﷺ کا خاص وصف تھا،آپ ﷺ نے عملی زندگی کے ذریعہ بھی اس کا نمونہ پیش کیا اور زبانی طور بھی امت کو اس کی تاکید فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''السخي قريب من الله قريب من الناس بعيد من النار''(8)

سخی اللہ اور لوگوں سے قریب ہوتا ہے اور جہنم سے دور ہوتا ہے،آپ ﷺ نے کثرت کے ساتھ انفاق پر زور دیا ہے، لیکن افسوس! سخی نبی ﷺ کی نام لیوا امت آج سخاوت سے دور نظر آرہی ہے،لوگ شادی بیاہ اور تقاریب اور خواہشات کی تکمیل میں تو پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں لیکن محتاجوں اور ضرورت مندوں کے لیے ان کے خزانے بند رہتے ہیں، دینی تقاضوں پر خرچ کرنا ان کے لیے دشوار ہوتا ہے،آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ سخاوت کے شعبہ میں بھی ہم اپنے نبی ﷺ کو نمونہ بنا کر ان کے نقش قدم پر چلیں گے!

الغرض اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو آپ ﷺ کی مالیاتی اخراجات کے اس نمایاں پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں کہ آپ ﷺ جوڑ کر اور بچا کر رکھنے کے حق میں نہیں تھے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بیت المال کے اخراجات کے الگ الگ اور منظم شعبہ جات نہیں تھے البتہ چونکہ آپ کے مبارک زمانہ میں ذرائع آمدن دو طرح کے تھے۔

ایک وہ جن کے اخراجات کتاب اللہ نے متعین کر دیئے تھے۔

مثلاً زکوۃ اور غنائم کا خمس اس لئے ان سے حاصل شدہ اموال آپ کی مقرر کردہ مدات Head of Expenditures پر خرچ فرماتے مثلاً زکوۃ اپنے مصارف ثمانیہ پر خرچ کی جاتی تھی اسی طرح غنائم کا خمس اپنی پانچ مدات پر خرچ کیا جاتا تھا۔

دوسری رقم ایسے اموال پر مشتمل تھی جن کا خرچ کرنا اور ان کے اخراجات کا متعین کرنا نبی کریم ﷺ کے ذاتی اجتہاد اور صوابدید پر تھا مثلاً اموال فیئ صدقات نافلہ ہدایا Gifts قرضہ حسنہ جزیہ اوقاف وغیرہ کو آپ ﷺ جہاں امت کی فلاح اور دین کی سربلندی کے لئے سمجھتے وہاں خرچ فرماتے۔

(7). بخاری باب الاستعفاف عن المسألۃ حدیث ۱۴۶۹)

(8). ترمذی باب ماجاء فی السخاء حدیث: ۱۹۶۱

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

بیت المال میں سے آپ ﷺ اپنی ذات پر صرف اتنا خرچ فرماتے جتنے کی اجازت آپ ﷺ کو کتاب اللہ کے مقررہ کردہ احکام سے ملتی۔اور بیت المال کو اپنی ذاتی خزانہ نہیں تصور فرماتے تھے۔اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے اونٹ کے ایک بال کا بھی زیادہ مستحق نہیں سمجھتے تھے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا وہ حصہ بھی بیت المال سے نہ لیا جس کے لینے کی اجازت تھی ورنہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر یہ روایت نہ کرنا پڑتی کہ

:حدثنا يعقوب بن حميد بن كاسب ,حدثنا مروان بن معاوية ,عن يزيد بن كيسان , عن ابي حازم ,عن ابي هريرة ,انه قال:" والذي نفسي بيده , ما شبع نبي الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة ايام تباعا من خبز الحنطة , حتى توفاه الله عز وجل."

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین روز تک کبھی گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی[9]

یعنی برابر تین دن تک کبھی گیہوں کی روٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ملی،اس طرح کہ پیٹ بھر کر کھائی ہو،ہر روز بلکہ کبھی ایک دن گیہوں کی روٹی کھائی،تو دوسرے دن جو کی ملی،اور کبھی پیٹ بھر کر نہیں ملی،غرض ساری عمر تکلیف اور فقر و فاقہ ہی میں کٹی،سبحان اللہ! شہنشاہی میں فقیری یہی ہے۔

حدثنا حدثنا هارون بن إسحاق الهمداني، حدثنا عبدة، عن هشام بن عروة، عن ابيه، عن عائشة، قالت: " إن كنا آل محمد نمكث شهرا ما نستوقد بنار إن هو إلا الماء والتمر " , قال: هذا حديث صحيح

.ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تھے کہ ایک ایک مہینہ چولہا نہیں جلاتے تھے،ہمارا گزر بسر صرف کھجور اور پانی پر ہوتا تھا۔[10]

مبحث ثانی:۔نبی کریم ﷺ کے انتظامی مصاریف۔

اس فصل میں آپ ﷺ کے ان انتظامی اخراجات کا ذکر کرتے ہیں جن تک سیرت الرسول ﷺ کے مطالعہ کے بعد ہماری رسائی ہو سکی ہے۔

---

(9).» صحیح مسلم/الزہد 1 (2976)، سنن الترمذی/الزہد 38 (2358)،(تحفۃ الأشراف:13440)، وقد أخرجہ: صحیح البخاری/الأطعمۃ 1 (5374)، مسند احمد (434/2)

(10). صحیح مسلم/الزہد 1 (2972)، سنن ابن ماجہ/الزہد 10 (4144)(تحفۃ الأشراف:17065)، وراجع أیضا صحیح البخاری/الھبۃ 1 (2567)، والرقاق 17 (6458،65459)(تحفۃ الأشراف:17065)، ومسند احمد (6/50،71،86)

سیکرٹریٹ کے مصاریف:

آپ ﷺ کا چند کاتبوں Secretaries پر مشتمل ایک باقاعدہ سیکرٹریٹ تھا۔ان میں اختلافی روایات سے مطابق کم از کم چالیس کاتبین وحی تھے۔کچھ کاتبین زکاۃ کی وصولی، جانچ پڑتال اعداد وشمار تقسیم وغیرہ کا حساب کتاب رکھا کرتے تھے آپ ﷺ کے سفارتی خطوط لکھنے اور جواب تیار کرنے کے لئے مقرر تھے

تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے متجاوز تھی۔بہر حال اس گنتی میں مؤرخین کا اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ مؤرخ یعقوبی نے صرف ۱۳ کاتبین کا ذکر کیا ہے۔مؤرخ مسعودی نے سولہ کاتبین کا ذکر کیا ہے۔عمر بن شبہ نے ۲۳ کا ذکر کیا ہے اور علامہ عراقی نے بیالیس کاتبین کا ذکر فرمایا ہے اور ابن حریرہ الانصاری نے ۴۴ کاتبین وحی کا ذکر فرمایا ہے۔ابن عبدربہ الاندلسی نے دس کاتبین کا ذکر فرمایا ہے۔علامہ حلبی نے ۲۶ کا ذکر فرمایا ہے، علامہ جھشیاری نے ۱۴ کاتبین کا ذکر فرمایا ہے، ڈاکٹر مصطفی الاعظمی نے اکسٹھ کاتبین کا ذکر فرمایا۔

گو اس کی صراحت نہیں مل سکی کہ یہ کاتبین تنخواہ دار تھے یا رضاکارانہ اپنی خدمات اسلامی ریاست کے کریم النفس سربراہ کے سپرد کئے ہوئے تھے ان میں سے بعض ہمہ وقت آپ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے۔لہذا ان کے اپنی اور ان کی اہل خانہ کی ضروریات کے لئے انتظام ہوتا ہوگا۔

تعلیمی مصاریف:

آپ ﷺ کے مبارک عہد میں دوسرے ممالک سے سیاسی دستاویز کا تبادلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔اس غرض سے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوسرے ممالک کی زبانوں کو سیکھنے کی تلقین کی اور اپنے سیکرٹریٹ کا ترجمان مقرر کیا۔ترجمان اعلی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔انہوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم سے سریانی زبان پندرہ(۱۵)روز کی قلیل مدت میں سیکھ لی(11)۔

قال أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم السريانية . وفي رواية إنه أمرني أن أتعلم كتاب يهود وقال إني ما آمن يهود على كتاب . قال فما مر بي نصف شهر حتى تعلمت فكان إذا كتب إلى يهود كتبت وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم (12)۔ .

"اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ

---

(11).البداية والنهاية،المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:774هـ)-حققه ودقق اصوله وعلق حواشيه : علي شيري الناشر: دار إحياء التراث العربي الطبعة: طبعة جديدة محققة/الطبعة الاولى 1408هـ - 1988 م

(12).رواه الترمذي.(حسن)

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

میں سریانی زبان کو سیکھوں اور ایک روایت میں یوں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ میں یہودیوں سے خط وکتابت کرنا سیکھ لوں نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ خط وکتابت کے معاملہ میں مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں ہوتا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے بعد آدھا مہینہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ میں نے یہودیوں کی زبان اور ان سے خط وکتابت کرنا سیکھ لیا چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو کوئی مکتوب بھیجنا چاہتے تو اس کو میں ہی لکھتا اور جب یہودی آپ ﷺ کے پاس کوئی مکتوب بھیجتے تو اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں میں ہی پڑھتا(13)۔

سریانی دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک زبان ہے جس میں تورات نازل ہوئی تھی لیکن اکثر محققین کا قول یہ ہے کہ تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور سریانی اور عبرانی زبان دونوں ملتی جلتی ہیں۔

"مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں ہوتا" کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو یہودیوں کی زبان جانتا ہو اس لئے یہودیوں کے ساتھ خط وکتابت کے لئے مجھے کسی یہودی ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے اور اس صورت میں مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ اگر یہودیوں کے نام اپنا کوئی خط کسی یہودی سے لکھواؤں تو وہ اس میں اپنی طرف سے کچھ کمی بیشی نہ کر دے، اسی طرح اگر یہودیوں کی طرف سے میرے پاس کوئی خط آئے اور میں اس کو کسی یہودی سے پڑھواؤں تو وہ اس میں اپنی طرف سے کم یا زیادہ کر کے نہ پڑھ دے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے تحت غیر مسلم اقوام کی زبان سیکھنا جائز ہے

انہوں نے ایران کے سفیر سے فارسی آپ ﷺ کے ایک خادم سے حبشی، ایک دوسرے خادم سے قبطی اور ایک تیسرے خادم سے رومی اور یونانی زبان سیکھ لی۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اتنا ذہن عطا فرمایا کہ ان زبانوں کے ماہر بن گئے(14)۔

حضرت عبداللہ بن زبیر بھی کئی غیر ملکی زبانوں پر عبور رکھتے تھے(15)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مترجمین کی کفالت کا انتظام بھی آپ ﷺ فرماتے ہوں گے۔

آپ کے سیکرٹریٹ میں ایک امین الخاتم (آپ کی مہر کا نگران) بھی مقرر تھا۔ یہ خوشگوار فریضہ حضرت

(13). نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ۷۶۔(ترمذی)

(14). الاسلام والحضارۃ ج ۱ ص ۱۶۲

(15). مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۴۹

معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی رضی اللہ عنہ انجام دیتے تھے[16]۔

نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کی تعلیم اور تربیت کے لئے باقاعدہ انتظام کیا۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں صفہ کے نام سے دنیا کی سب سے پہلی اقامتی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ اس یونیورسٹی میں تعلیم مفت تھی۔

عدالتی مصاریف:

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نظام عدلیہ

قانونی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب جیسے بے کار معاشرے کو ٹھوس قانونی بنیادیں فراہم کیں۔ اس طرح خطہ عرب وہ پہلا معاشرہ بن کر ابھرا جو سراسر قانون کی رہنمائی میں قائم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نئے معاشرے میں ہر طبقہ، ہر جنس اور ہر گروہ کے حقوق متعین فرمائے۔ عورت کے اقتصادی حقوق اور مرتبے کو تسلیم کیا، بیوہ کو وراثت کا حق دار ٹھہرایا۔ عورت کو خلع کا حق تفویض کیا گیا۔ جنگی قیدیوں اور غلاموں کے حقوق متعین کیے گئے۔ پبلک لا (Public Law) اور پرسنل لا (Personal Law) کا تصور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کو دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اقلیتوں کے معاملات و تنازعات کا فیصلہ ان کے شخصی قوانین کی روشنی میں کرنے کا قانون متعارف کرایا۔ قتل در قتل کی روک تھام کے لیے مناسب اقدامات کیے گئے۔ غرض ایک ایک کر کے لا قانونیت کو مٹا کر معاشرے کو ایک قانون کے دائرہ میں لایا گیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ و امن، شادی و نکاح، قتل و غارت، ڈاکہ زنی و چوری، زنا، نکاح و طلاق، وراثت و شفعہ، زکوۃ و عشر، فے، جزیہ، منقولہ اور غیر منقولہ جائداد الغرض ہر شعبہ کارہائے سے متعلق قوانین متعارف کروائے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعارف کروائے گئے قانون کو دوسرے تمام نظاموں سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں[17]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قضا کے منصب پر فائز کیا اور اس کے کچھ اُصول مقرر کیے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ[18]

"اور فرمادیجئے میں اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں

---

(16). البداية والنهاية المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: 774ھ-) حققه ودقق اصوله وعلق حواشيه : علي شيري الناشر: دار إحياء التراث العربي الطبعة: طبعة جديدة محققة/الطبعة الاولى 1408ھ- - 1988 م ج ۵ ص ۳۵۵

(17). نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ۷۶۔

(18). سورۃ الشوری ۱۵

CC BY

تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔"

قُلۡ أَمَرَ رَبِّي بِٱلۡقِسۡطِ (19)

"اور کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے۔"

وَإِنۡ حَكَمۡتَ فَٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِٱلۡقِسۡطِ (20)

"اور اگر تو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔"

شعبہ عدالت کے انچارج خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو اسلامی شریعت کے مطابق فیصلے فرماتے۔ شعبہ عدالت کے ذمے معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنا تھا۔اس شعبہ کے تحت مختلف قبائل میں الگ الگ قاضی قائم کیے گئے مگر اعلیٰ حیثیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھی۔ بعض قاضیوں کو قاضی اور معلم دونوں عہدے دیئے گئے تھے۔ان قاضیوں میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عتاب بن سید وغیرہ شامل تھے۔ یہ قاضی اپنے اپنے علاقے میں شریعت کے عین مطابق فیصلہ کرتے اگر کبھی کوئی مسئلہ سمجھ نہ آتا تو قاصد بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر فیصلہ سنایا کرتے تھے۔ان عدالتوں میں زیادہ تر بڑے فیصلے کئے جاتے تھے۔ جبکہ عام معاشرتی اخلاقیات کے تحفظ اور اسلام کے معاشرتی اخلاق کی نگرانی ودیکھ بھال کی ذمہ داری صیغہ احتساب پر تھی جو کہ نیم عدالتی ادارہ تھا۔ یہ بھی شعبہ عدالت کے تحت کام کرتا تھا مگر اس میں قاضی کے بجائے دوسرے مختلف لوگ نگران مقرر کئے جاتے تھے۔ان اصحاب کے انتخاب کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علمیت اور کردار کا جائزہ ضرور لیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں روانگی سے پہلے ان عمال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک انٹرویو لیتے جنہیں عملاً بطورِ قاضی بھی کام کرنا ہوتا تھا(21)۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے تو عبداللہ ابن اُمّ کلثومؓ کو بھی اپنا نائب یا امیر مقرر فرمایا کرتے اور وہ نابینا تھے۔ دورِ مکی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کا اہتمام فرمایا کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جو اسلامی مملکت کے سیاسی، انتظامی اور مالی اُمور بحسن وخوبی چلا سکیں، جبکہ حصولِ اقتدار کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اسلامی مملکت کا قیام عمل میں لائے اور مسلمانوں کے درمیان باہمی بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین عرب سے معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر مختلف اقوام سے متعدد

(19). سورۃ الاعراف ۲۹

(20). سورۃ المائدۃ ۴۲

(21). نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ۷۶۔

معاہدے کئے جن کے مجموعے کو میثاق مدینہ بھی کہا جاتا ہے،اس میثاق کی 24اور44دونوں دفعات عدل پر مشتمل ہیں۔بعض لوگوں نے اسے دنیا کا پہلا تحریری دستور بھی قرار دیا ہے۔جس میں سیاسی فوجی اور مالی اُمور شامل ہیں۔معاہدہ کرنے والے سب فریق ان اُمور کے پابند تھے۔[22]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں قانون کی بالادستی کو قائم کیا اور ہر خاص وعام کو صرف اور صرف انصاف کی کسوٹی پہ پر کھا نہ کہ عزت ودولت میں۔

امور داخلہ کے مصاریف:

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے اس کے داخلی استحکام اور امن کی خاطر مدینہ کو دارالخلافہ قرار دیا جس کا نام مدینہ اور قبۃالاسلام رکھا اور اسے حرم قرار دیا[23]۔

آپ ﷺ نے داخلی استحکام کو مضبوط بنانے کے لئے ملک بارہ (۱۲) صوبوں میں تقسیم کیا۔

گورنرز کا تقرر: صوبوں کا نظام کنٹرول کرنے کیلئے آپؐ گورنر مقرر کئے، جن کی سرگرمیوں اور کارکردگی کے حوالے آپؐ خود نگرانی فرمائی۔

اور صوبہ کا الگ الگ حاکم مقرر کیا اور اس نظام کے تمام اخراجات بیت المال سے پورے کئے جاتے تھے[24]۔

اس کی تائید آپ ﷺ کے اس واضح ارشاد سے ہوتی ہے۔

جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بیوی کا خرچ لینا چاہئیے۔اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو خادم رکھنے کا معاوضہ لے۔اگر اس کا ذاتی مکان ہو تو مکان کا کرایہ لے،البتہ اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو خائن ہو گا۔[25]

محصلین زکوٰۃ وعشر کے وظائف:

اس وقت کی اسلامی ریاست کو اپنے حکومتی اخراجات،عوام کی معاشی فلاح وبہود کی سکیموں اور معذور ومحتاج شہریوں کی کفالت کے لئے اغنیاء کے تعاون کی ضرورت تھی[26]۔

---

(22).(صحیح بخاری ومسلم)

(23).وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى المؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (المتوفى: 911هـ) الناشر: دار الكتب العلمية–بيروت الطبعة: الأولى– 1419 ج۱ص۸

(24). بحوالہ بالا

(25).بحوالہ بالا

(26).نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ۷۶۔

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

اسلام نے اس غرض کے لئے اغنیاء پر زکوۃ اور صدقات واجبہ مقرر کئے ہیں اور اخلاقی طور پر ان سے صدقات نافلہ کی توقع بھی کی ہے۔ایسے تمام ذرائع آمدن اس وقت تک موثر نہیں ہوتے جب تک ان کے اکٹھا کرنے کے موثر انتظامات نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانہ میں ایسے ذرائع آمدن سے مال اکٹھا کرنے کے لئے محصلین (Collectors) کا تقرر کیا جنہیں بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا۔

مساجد کی تعمیر اور انکی آبادی کے اخراجات:

نبی کریم ﷺ نے مسجد کی ان گوناگوں ضروریات کے پیش نظر خود بھی مساجد تعمیر کرائیں اور اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے اپنے محلوں میں مساجد تعمر کرنے کی تلقین فرمائی اس طرح آپ ﷺ کے زمانے مبارک میں صرف مدینہ منورہ اور حوالی مدینہ منورہ میں اکتیس (۳۱) مساجد تعمیر ہوئیں [27]۔

یہ تمام مساجد سرکاری اخراجات سے تعمیر نہیں ہوئی بلکہ ان کے اخراجات میں اجتماعی مال شامل تھا۔

چونکہ صحابہ کرام تمام دینی کام صرف آپ ﷺ کی منظوری سے کرتے تھے لہذا ان مساجد پر آنیوالے اخراجات کو آپ ﷺ کی منظوری حاصل تھی۔

پھر ان مساجد کی آبادی کے لئے آپ ﷺ نے ائمہ اور مؤذنین کا تقرر بھی فرمایا احادیث میں چند ائمہ اور موذنیں کے نام بھی ملتے ہیں۔

ان مساجد کے نام یہ ہیں 1 مسجد نبوی شریف، 2 -مسجد قباء، 3 -مسجد جمعہ، 4 -مسجد القبلتین، 5 -مسجد المستراح،
6 -مسجد الاجابہ، 7 -بنی حرام، 8 -الاسواف یا السجدہ، 9 -القیا، 10 -التوبہ، 11 -الادنی، 12 -المنارتین،
13 -مصبح، 14 -بنی بیاضہ، 15 الرایہ، 16 -الشیخین، اسے مسجد الدرع، مسجد البداع اور مسجد العدوہ کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا 17 -الفتح، 18 -بنی خطمہ شامل ہیں [28]۔۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی مؤذنوں کی تعداد چار ہے:

(۱) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم (نابینا) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مؤذن ہیں۔

(27). وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى المؤلف: علي بن عبد الله بن أحمد الحسني الشافعي، نور الدين أبو الحسن السمهودي (المتوفى: 911ھ) الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419 ج ا ص ۸

(28). نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی 45۔

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

(۳)حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو'' سعد قرظ'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ مسجد قبا کے مؤذن ہیں۔

(۴)حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں اذان پڑھا کرتے تھے (29)

گویا ائمہ اور مئوذنیں اس کا خیر کی کوئی مستقل تنخواہ نہیں لیتے تھے مگر یہ اس کے مستحق تھے کہ بیت المال سے ان کے کفالت کی جاتی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد کے مسلمان خلفاء نے کیا۔

سفارتی اخراجات:

خطہ عرب کے مختلف قبائل نے اپنے سفارتی وفد بنا کر آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کئے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آپ کے مہمان بن کر آتے اور آپ ﷺ کی صحبت سے فیضاب ہوتے۔ اسلام قبول کر کے دین کی بنیادی تعلیمات سیکھتے اور جب جانے لگتے تو آپ ﷺ انہیں سفر خرچ یا از راہ ہمدردی تحائف بھی دیتے اس طرح ان وفود پر آپ ﷺ کے اخرجات دو قسم کے ہوتے (30)۔

۱۔ مہمان نوازی۔

۲۔ واپسی سفر خرچ یا تحائف۔

عام الوفود ،عام یعنی سال اور وفود، وفد کی جمع ہے وفد یعنی لوگوں کا گروہ اور مجمع۔ عام الوفود کا معنیٰ وفود والا سال۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زندگی مبارکہ کا ایک اہم سال تھا۔ جس میں اسلامی ریاست نے ایک مضبوط نصب پائی۔
اس میں مختلف علاقوں اور قبائیلوں کے وفود آئے اور اسلام قبول کیا۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں: "جب اہل طائف مسلمان ہوئے، تو دوسرے قبیلوں میں سے بھی گروہ کے گروہ مدینہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے جیسے کے خداوند نے فرمایا ہے. "اور شیخ طبرسی نے اپنے کلام کے آخر میں سورہ نصر کی طرف اشارہ کیا کہ جس میں خداوند نے فتح مکہ اور اس حادثے کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی. کہ مسلمانوں کی فتح قریب ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ لوگ دستہ دستہ دین خدا کی جانب آ رہے ہیں

سنہ ۹ ہجری سے پہلے اور بعد میں بھی یہ گروہ پیغمبر(ص) کے پاس آتے رہے. یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ۲٦ قبیلوں کا نام لکھا ہے جو مدینے میں آئے.

وفد اسد

(29).زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۲ تا ص ۲۷۱ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ ج ۲ ص ۱۱٦ پر درج ہیں۔

(30).نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی ۷٦۔

CC BY

Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date26-02-2026
HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

دس مرد(بنی اسد بن خزیمہ) کے وفد سے ۹ ہجری قمری کے اوائل میں رسول خداﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا جن میں سے بعض کا نام یہاں بیان ہوا ہے.

››ضِرار بن اَزْوَر›› ‹‹طُلَیحۃ بن خُوَیلد›› ‹‹حَضرَمی بن عامر›› ان افراد نے عجیب منت آمیز بات کی جس کی وجہ سے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: (وہ سمجھتے ہیں کہ) انہوں نے اسلام لا کر تم پر احسان کیا ہے ان سے کہہ دو: اپنے اسلام لانے کو مجھ پر احسان نہ سمجھو بلکہ یہ اللہ کی طرف سے تم پر احسان ہے کہ تم لوگوں کو ایمان کی طرف ہدایت فرمائی ہے، اگر سچ بولنے والے ہو تو. کچھ اہل طائف کے ساتھ ان کی (بنی الزنیہ) بھی تھیں[31]۔

وفد فزارہ

جب رسول خداﷺ جنگ تبوک سے واپس لوٹے بنی فزارہ کے دس مرد جن میں سے ایک خارجہ بن حصن ہے رسول خداﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اپنی سرزمین کی قحطی اور خشک سالی کے بارے میں بتایا. رسول خداﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعا فرمائی اور چھ دن ایسی بارش آئی کہ آسمان نظر نہ آتا تھا. اس کے بعد دوبارہ رسول خداﷺ رونق افروز منبر ہوئے اور دعا فرمائی تو بادل ہٹے اور بارش رک گئی[32]۔

وفد ہلال بن عامر

بنی ہلال کے چند افراد رسول خداﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن میں سے ایک عبد عوف بن اصرم تھا جس کو رسول خداﷺ نے عبداللہ نام سے پکارا اور ایک زیاد بن عبداللہ بن مالک جو کہ اپنی خالہ حارث کی بیوی ام المومنین میمونہ کے گھر آیا، اور رسول خداﷺ اسے اپنے ہمراہ مسجد لے گئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد اسے اپنے پاس بٹھایا اور اپنا دست مبارک اس کے سر اور ناک تک پھیرا، اسی وجہ سے جب تک وہ زندہ رہا اس کے چہرے پر نور کا اثر باقی رہا[33]۔

وفد بن کنانہ

بنی لیث بن بکر بن عبد مناہ بن کنانہ کے گروہ سے ایک مرد جس کا نام واثلہ بن اسقع لیثی کنانی تھا سنہ ۹ ہجری قمری کو جب رسول خدا(ص) جنگ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے تو آپ کے پاس مدینے میں آیا اور صبح کی نماز آپکی اقتدا میں ہی

([31]). زرقانی جلد ۳ ص ۶۹۲ تا ص ۲۷۱ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبیﷺ ج ۲ ص ۱۱۶ پر درج ہیں۔

([32]). زرقانی جلد ۳ ص ۶۹۲ تا ص ۲۷۱ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبیﷺ ج ۲ ص ۱۱۶ پر درج ہیں۔

([33]). صفی الرحمن مبارکپوری ص 87-88۔ شبلی نعمانی، اول ص 175-176 ان کا مختصر ذکر کیا ہے اور اسی طرح مختصر ذکر مولانا مودودی، سیرت، دوم ص 99-100)

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

ادا کی. رسول خدا(ص) نے اس سے فرمایا: تم کون ہو اور کیوں آئے ہو اور کیا چاہیئے؟ واثلہ نے اپنی نسبت بتائی اور کہا کہ آیا ہوں تا کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤں. رسول خداﷺ نے فرمایا پس جو میں پسند کرتا ہوں اور جس میں کراہت کرتا ہوں اس کی بیعت کرو. واثلہ نے بیعت کی اور اپنے شہر واپس لوٹ گیا اور اپنے اسلام قبول کرنے کی خبر اپنے خاندان والوں کو سنائی (34)

اس کے والد نے کہا: خدا کی قسم اس کے بعد کبھی تم سے ایک بات بھی نہیں کروں گا. لیکن اس کی بہن نے جب سنا تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا اس کے بعد واثلہ دوبارہ مدینہ لوٹ گیا. جب وہاں پہنچا تو رسول خداﷺ تبوک کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے. واثلہ نے کہا: جو کوئی مجھے اپنی سواری پر بٹھا کر رسول خداﷺ تک پہنچادے گا میرے حصے کا مال غنیمت اس کا ہو گا کعب بن عجرہ بلوی نے اسے سوار کیا اور رسول خداﷺ کے ساتھ ملحق کر دیا... اور جب غنیمت حاصل کی اسے کعب بن عجرہ کے پاس لایا تو اس نے قبول نہ کی اور کہا کہ یہ مال خدا تمہیں نصیب کرے میں خدا کی خاطر تمہیں سوار کر کے لایا ہوں.

وفد تجیب

تجیب شہر سے تیرہ مرد واجب صدقات اور اپنے اموال لے کر رسول خداﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے. رسول خداﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ان کا احترام کیا اور انکو خوش آمدید کہا اور بلال کو حکم دیا کہ اچھے طریقے سے ان کی خاطر داری کرے اور انکو بہترین تحفے دے. اس کے بعد رسول خداﷺ نے فرمایا: کیا آپ میں سے کوئی باقی رہ گیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہمارا سب سے بوڑھا غلام جس کو ہم اپنے سامان و اموال کے پاس بٹھا کر آئے ہیں. آپﷺ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ. غلام رسول خداﷺ کے پاس آیا اور کہا میں اسی جماعت میں سے ہوں جن کی حاجات آپ نے برآوردہ کی ہیں، کیا آپ میری حاجت بھی پوری کر سکتے ہیں؟ رسول خداﷺ نے فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا خداوند سے دعا کرو کہ وہ مجھ پر اپنی رحمت نازل کرے اور میرے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے بے نیاز کر دے. رسول خداﷺ نے اس کے حق میں یہی دعا فرمائی اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اسے بھی وہی کچھ دیں جو دوسروں کو دیا ہے. اس کے بعد وہ لوٹ گئے.

سنہ دس ہجری قمری کو جب رسول خداﷺ نے اسی جماعت کو منی میں دیکھا تو اس غلام کے بارے میں دریافت کیا. جواب ملا: خدا کی دی ہوئی روزی پر اس سے زیادہ راضی اور قانع کسی کو نہیں دیکھا. آپﷺ نے فرمایا کہ امید ہے کہ ہم سب اسی طرح خدا کی عطا کردہ چیزوں پر راضی ہوں۔

ان وفود کی آمد کا سلسلہ تو سنہ ۸ھ کے اخیر سے شروع ہو گیا تھا۔

(34). زرقانی جلد ۳ ص ۶۹۲ تا ص ۱۷۲ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبیﷺ ج ۲ ص ۱۱۶ پر درج ہیں۔

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

مگر انکی کثرت سنہ ۱۰ھ میں ہوئی ان دونوں سنوں کو عام الوفود کہتے ہیں۔

چونکہ ہم نبی مہربان ﷺ کے سفارتی اخراجات کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں لہذا ان وفود کا مختصر اذکر ہو گیا جنہیں آپ ﷺ نے جاتے وقت سفر خرچ یا تحائف دیئے[35]۔

سلاطین عالم سے مراسلات اور سفارت کاری:

نبی کریم ﷺ کے سفارتی اخراجات کا دوسرا حصہ ان اخراجات کا تھا جو آپ ﷺ اس دور کے سلاطین عالم سے خط اور کتابت اور ان کے پاس سفراء بھیج کر یا ان کے سفراء کو اپنا مہمان ٹھہرا کر کیا کرتے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام کو دیگر اقوام و ممالک کی طرف دین اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے خطوط دے کر بھیجا۔ان سفراء صحابہ کے نام اور جن کی طرف ان کو بھیجا گیا ان کا اجمالی جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

تاریخ اسلام کے سب سے پہلے سفیر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جنہیں 5 ہجری میں حبشہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اوّل کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط دیا۔ نجاشی اول نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرو بن امیہ کنانی رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی ثانی کو 6 ہجری کے اَواخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط دیا۔اس نے خط لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا، اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اسلام کو قبول کیا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم ہرقل کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا۔ ہرقل نے آپ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے واضح انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات و خصائل ذکر فرمائے۔ ہرقل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور اسلام لانے کا ارادہ کیا مگر اس کے حواریوں نے اس کی رائے سے اتفاق نہ کیا ہرقل نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو کہا:

اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا تو ضرور ان کی زیارت کا شرف حاصل کرتا اور اگر میں ان کی بارگاہ میں ہوتا تو ان کے قدموں کو دھونے کی سعادت حاصل کرتا[36]۔

([35]). زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۲ تا ص ۲۷۱ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ ج ۲ ص ۱۱۶ پر درج ہیں۔

([36]). صفی الرحمٰن مبارکپوری ص 87-88۔ شبلی نعمانی، اول ص 175-176 ان کا مختصر ذکر کیا ہے اور اسی طرح مختصر ذکر مولانا مودودی، سیرت، دوم ص 99-

CC BY

اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط میں لکھا کہ "بے شک میں مسلمان ہوں لیکن میں اپنے لوگوں کی وجہ سے مغلوب ہوں اور واضح طور پر اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتا"۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تحائف بھی بھیجے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اس کا خط لے کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، وہ مسلمان نہیں ہوا بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے[37]۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ابرویز بن ہرمز فارس کے بادشاہ کی طرف 7 ہجری کے اوائل میں دعوت نامہ لے کر گئے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط مبارک کو پھاڑ دیا۔

حضرت حاطب بن ابی بَلتعہ رضی اللہ عنہ کو مصر کے بادشاہ مُقوَقِس کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں روانہ کیا گیا۔

حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو حارث بن شمر الغسانی (جو شام میں غسّانہ کا بادشاہ تھا) کی طرف روانہ کیا گیا لیکن اس نے اسلام قبول نہ کیا۔

حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو 6 ہجری کے اواخر میں یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی الحنفی کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاصی القُرشی رضی اللہ عنہ کو عُمان کے بادشاہ جُلَندی کے دو بیٹوں جیفر اور عبد کی طرف 8 ہجری کے اواخر میں مکتوب دے کر بھیجا گیا۔ یہ دونوں مشرف بااسلام ہوئے[38]۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی العبدی کی طرف 6 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا۔ یہ بھی مشرف بااسلام ہوا۔

حضرت الحارث بن عُمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو 8 ہجری کو شام میں بُصری کے بادشاہ کی طرف بھیجا گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سفیر کو بُصری کے بادشاہ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی شرحبیل بن عمر غسانی نے موتہ کے مقام پر شہید کر دیا۔ ان کے قتل کی وجہ سے ہی اس مقام پر غزوہ موتہ ہوا۔

9 ہجری میں حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو یمن کے بادشاہ حارث بن عبد کلال کی طرف بھیجا گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(100

([37]). الروض الانف سھیلی،، ج4، ص: 300

([38]). زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۲ تا ص ۲۷۱ یہ تمام تفصیل علامہ شبلی کی کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج ۲ ص ۱۱۶ پر درج ہیں۔

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو یمن کے رؤساء ذوالکلاع اور ذو عمرو کی طرف 11 ہجری کو روانہ کیا گیا۔ یہ دونوں بھی مشرف بااسلام ہوئے۔

9ہجری میں حضرت معاذ بن جبل الانصاری رضی اللہ عنہ کو حارث، شرحبیل، نُعیم بن عبد کلال کی طرف بھیجا گیا اور یہ تینوں مشرف بااسلام ہوئے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو الحارث بن عبد کُلال کے بھائیوں کی طرف 9 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا اور یہ سب مشرف بااسلام ہوئے۔۔

حضرت عمرو بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ کو نجران کے ابن کعب اور الحارث کے بیٹوں کے طرف 10 ہجری کے اواخر میں بھیجا گیا اور یہ سب مشرف بااسلام ہوئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پندرہ سفراء میں سے ایک کو راستے میں شہید کر دیا گیا۔ بادشاہوں میں سے ایک نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ دیا۔ فارس کے بادشاہ ابرویز بن ہرمز اور شام میں غسانہ کا بادشاہ الحارث بن شمر الغسانی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول نہ کیا اور سختی اور دھمکی کے ساتھ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جن ملوک ورؤساء کی طرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سفراء کو بھیجا، اُن میں سے چار اپنے اپنے دین پر قائم رہے۔ اس کے علاوہ باقی سب نے اور اُن کے پیروکاروں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے ان علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہو گئی تھی(39)۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت کو سفارت کاری کے ذریعے آس پاس کے تمام بادشاہوں اور روساء تک پہنچایا۔

جس کی قیمت میں سعادتمندی تھی اس نے اسلام قبول کر لیا اور جس نے تکبر کیا وہ دوزخ کا ایندھن بنا۔

اس سفارت کاری کے تمام اخراجات اس خمس سے پورے کئے جاتے تھے جو آپ ﷺ اموال غنائم میں سے لیتے تھے۔

جب خیبر فتح ہوا تو خیبر کی زمین کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ نصف حصہ بیت المال مہمانی اور سفارت کاری وغیرہ کے اخراجات کے لئے خاص کر لیا گیا(40)۔

(39). صفی الرحمٰن مبارکپوری ص 87-88۔ شبلی نعمانی، اول ص 175-176 ان کا مختصر ذکر کیا ہے اور اسی طرح مختصر ذکر مولانا مودودی، سیرت، دوم ص 99-100)

(40). کتاب سیرۃ النبی ﷺ علامہ شبلی ج ا ص ۵۱۲۔

Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date26-02-2026

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

کفالت عامہ کے اخراجات:

۱۔ حدثنا عبدان، اخبرنا عبداللہ، اخبرنا یونس، عن ابن شھاب حدثنی ابو سلمۃ، عن ابي ھریرۃ رضي اللہ عنہ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "انا اولی بالمؤمنین من انفسھم، فمن مات وعلیہ دین، ولم یترک وفاء، فعلینا قضاؤہ، ومن ترک مالا، فلورثتہ۔"
ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس بن یزید ایلی نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، کہا مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں مومنوں کا خود ان سے زیادہ حقدار ہوں۔ پس ان میں سے جو کوئی قرض دار مرے گا اور ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑے گا تو ہم پر اس کی ادائیگی کی ذمہ داری ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا ہو گا وہ اس کے وارثوں کا حصہ ہے[41]۔

۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ، فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا، فَأَنَا مَوْلَاهُ وَأَيُّكُمْ تَرَكَ مَالًا، فَإِلَى الْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ[42]۔"
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم (کی جان ہے زمین پر کوئی ایسا مؤمن نہیں جس کے ساتھ سب سے زیادہ میں قریب نہ ہوں تو جو کوئی تم میں سے قرضہ یا بال بچے چھوڑ جائے میں اس کا مددگار ہوں) یعنی اس کا قرض ادا کرنا اس کے بال بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے (اور جو کوئی تم میں سے مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارث کا ہے جو کوئی ہو۔"[43]۔

۳ ۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ "، قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يَكْرِبَ، وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ[44]۔.
ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" : اللہ اور اس کے رسول ولی) سرپرست (ہیں جس

---

(41). بخاری حدیث نمبر 6731 :
(42). مسلم حدیث نمبر 4159 :
(43). مسلم حدیث نمبر 4159 :
(44). ترمذی حدیث نمبر 2103 :

CC BY

Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date26-02-2026

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

کا کوئی ولی) سرپرست (نہیں ہے اور ماموں اس آدمی کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں ہے"(45)۔

۴۔عبداللہ ہوزنی کہتے ہیں کہ میں نے مؤذن رسول بلال رضی اللہ عنہ سے حلب ۱؎ میں ملاقات کی، اور کہا: بلال! مجھے بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا، بعثت سے لے کر موت تک جب بھی آپ کو کوئی ضرورت پیش آتی میں ہی اس کا انتظام کرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے حکم کرتے، میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لیے چادر خریدتا، اسے پہننے کے لیے دے دیتا اور اسے کھانا کھلاتا، یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا: بلال! میرے پاس وسعت ہے) تنگی نہیں ہے (آپ کسی اور سے قرض نہ لیں، مجھ سے لے لیا کریں، میں ایسا ہی کرنے لگا یعنی) اس سے لینے لگا (پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا کہ اچانک وہی مشرک سوداگروں کی ایک جماعت لیے ہوئے آ پہنچا جب اس نے مجھے دیکھا تو بولا: اے حبشی! میں نے کہا›› : یالباہ ‹‹۲؎ حاضر ہوں، تو وہ ترش روئی سے پیش آیا اور سخت سست کہنے لگا اور بولا: تو جانتا ہے مہینہ پورا ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: قریب ہے، اس نے کہا: مہینہ پورا ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں ۳؎ میں اپنا قرض تجھ سے لے کر چھوڑوں گا اور تجھے ایسا ہی کر دوں گا جیسے تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا، مجھے اس کی باتوں کا ایسے ہی سخت رنج و ملال ہوا جیسے ایسے موقع پر لوگوں کو ہوا کرتا ہے، جب میں عشاء پڑھ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے جا چکے تھے) میں بھی وہاں گیا (اور شرف یابی کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی، میں نے) حاضر ہو کر (عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے اور نہ آپ کے پاس مال ہے جس سے میرے قرض کی ادائیگی ہو جائے اور نہ ہی میرے پاس ہے) اگر ادا نہ کیا (تو وہ مجھے اور بھی ذلیل و رسوا کرے گا، تو آپ مجھے اجازت دے دیجئیے کہ میں بھاگ کر ان قوموں میں سے کسی قوم کے پاس جو مسلمان ہو چکے ہیں اس وقت تک کے لیے چلا جاؤں جب تک کہ اللہ اپنے رسول کو اتنا مال عطا نہ کر دے جس سے میرا قرض ادا ہو جائے، یہ کہہ کر میں نکل آیا اور اپنے گھر چلا آیا، اور اپنی تلوار، موزہ جوتا اور ڈھال سرہانے رکھ کر سو گیا، صبح ہی صبح پو پھٹتے ہی یہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک شخص بھاگا بھاگا پکارتا ہوا آیا کہ اے بلال) تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد کر رہے ہیں (چل کر آپ کی بات سن لو، تو میں چل پڑا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے جانور بیٹھے ہیں، آپ سے اجازت طلب کی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا" : بلال! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ضرورت پوری کر دی، کیا تم نے چاروں

(45).ترمذی حدیث نمبر 2103 :

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

بیٹھی ہوئی سواریاں نہیں دیکھیں؟''، میں نے کہا: ہاں دیکھ لی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' : جاؤ وہ جانور بھی لے لو اور جوان پر لدا ہوا ہے وہ بھی ان پر کپڑا اور کھانے کا سامان ہے، فدک کے رئیس نے مجھے ہدیہ میں بھیجا ہے، ان سب کو اپنی تحویل میں لے لو، اور ان سے اپنا قرض ادا کر دو''، تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر راوی نے پوری حدیث ذکر کی۔ بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا'' : جو مال تمہیں ملا اس کا کیا ہوا؟''، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سارے قرضے ادا کر دیئے اب کوئی قرضہ باقی نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' : کچھ مال بچا بھی ہے؟''، میں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' : جاؤ جو بچا ہے اسے اللہ کی راہ میں صرف کر کے مجھے آرام دو کیونکہ جب تک یہ مال صرف نہ ہو جائے گا میں اپنی ازواج) مطہرات (میں سے کسی کے پاس نہ جاؤں گا''، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا'' : کیا ہوا وہ مال جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟ ''میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے، کوئی ہمارے پاس آیا ہی نہیں کہ میں اسے دے دوں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رات مسجد ہی میں گزاری۔ راوی نے پوری حدیث بیان کی) اس میں ہے (یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ چکے یعنی دوسرے دن تو آپ نے مجھے بلایا اور پوچھا'' : وہ مال کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟''، میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز و بے فکر کر دیا) یعنی وہ میں نے ایک ضرورت مند کو دے دیا (یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا بیان کی اس ڈر سے کہ کہیں آپ کو موت نہ آ جاتی اور یہ مال آپ کے پاس باقی رہتا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا، آپ اپنی بیویوں کے پاس آئے اور ایک ایک کو سلام کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے جہاں رات گزارنی تھی،) اے عبداللہ ہوزنی (! یہ ہے تمہارے سوال کا جواب[46]۔

توسیعِ شہر:

تعمیرات کا سلسلہ ایک عرصہ تک تواتر کے ساتھ جاری رہا، یہاں تک کہ بنی قینقاع کے اخراج (۳ھ ء) کے بعد مکانات کی خاصی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ آ جانے کے سبب رہائشی قلت بہت حد تک دور ہو گئی، مگر یہ مسئلہ ختم نہ ہوا؛ کیوں کہ رہائشی سہولتوں کے مقابلہ میں نو واردوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا؛ اس لیے ۲ھ ء (بنو قریظہ کی فتح) تک یہ مسئلہ سنگین نوعیت کا تھا، اس کے بعد اسلامی حکومت کی آمدنی کے وسائل بھی پیدا ہو گئے، مسلمانوں کی اقتصادی حالت بھی کسی قدر سنبھل گئی، یہودیوں کے بہت سے مکانات بھی مل گئے، لہٰذا معاملہ کی سنگینی بڑی حد تک کم ہو گئی؛ تاہم آباد کاری کا کام فتحِ مکہ اور

(46). باب: امام کا کفار و مشرکین سے ہدیہ قبول کرنا۔ حدیث نمبر 3055 :

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

اس کے بعد بھی جاری رہا، فتح کے ساتھی ہی چونکہ ہجرت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہو گیا، اس لیے مدینہ میں مہاجرین کی آمد کا سلسلہ رک گیا؛ تاہم کئی لوگ فتحِ مکہ کے بعد بھی مدینہ میں آکر آباد ہوئے اور حصولِ تعلیم وغیرہ کے لیے آنے والوں کا بھی تانتا بندھا رہا[47]۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اواخر میں مدینہ کا شہر مغرب میں بطحا تک، مشرق میں بقیع الغرقد تک، اور شمال مشرق میں بنی ساعدہ کے مکانات تک پھیل چکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب وہاں مزید مکانات تعمیر کرنے سے روک دیا، شہری منصوبہ بندی کے ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام زبردست اہمیت کا حامل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں، جنھیں جدید صنعتی شہروں کے اخلاق باختہ اور انتشار انگیز معاشرہ کا قریبی مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرِ نو (مدینہ) کو ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہونے دیا، اور اس شہر کی زیادہ سے زیادہ حد (۵۰۰) پانچ سو ہاتھ مقرر کی ، اور فرمایا کہ شہر کی آبادی اس حد سے بڑھ جائے تو نیا شہر بسائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بھی اس اصول پر عمل کرتے ہوئے دو اقدام کیے، ایک یہ کہ اضافی آبادی کو یا تو اور زمینوں میں منتقل کرنے کا حکم جاری کیا، تاکہ اس طرح ایک طرف زرعی انقلاب برپا کیا جاسکے اور دوسری طرف نئے لوگوں کی رہائش کے لیے گنجائش نکالی جاسکے، دوسری طرف یہ کہ قریظہ اور نضیر کی مفتوحہ بستیوں کو جوف مدینہ کے دیگر قریوں میں پھیلا دیا؛ تاکہ ایک جانب معاشرتی ناہمواریاں پیدا ہونے کے امکانات ختم ہو جائیں اور دوسری طرف صحت مند اور تعصبات سے پاک معاشرہ تخلیق کیا جاسکے، اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقاصد میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی[48]۔

آج کل کچھ مغربی ممالک میں ٹاؤن پلاننگ کے انھیں زریں اصولوں پر جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے آزمایا تھا، عمل کر کے معاشرتی ہیجان اور تہذیبی انتشار کی شدت کو کم کرنے میں، ایک حد تک کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں۔

مدینہ کی شہری ریاست:

موجودہ دور میں شہری حکومت کے مقاصد کچھ اس طرح ہوتے ہیں:

۱- شہر کی گلیوں اور شاہ راہوں کا بندوبست، مارکیٹوں کی تعمیر، رہائشی انتظامات۔

۲- پینے کے پانی کی فراہمی اور تقسیم۔

۳- گندے پانی کی نکاسی، کوڑا کرکٹ کے پھینکوانے کا بندوبست۔

(47). عہد نبوی کا نظام تعلیم: ڈاکٹر حمید اللہ 36

(48). (نسائی، کتاب الصلاۃ)

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

۴- تعلیم، علاج، دیگر فلاحی ادارں، کھیل کے میدانوں کا قیام۔

۵- چمن بندی اور شہر کی خوبصورتی اور تفریح گاہوں کا انتظام۔

۶- ان کاموں کے لیے مالی وسائل اور کاموں کا احتساب۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہمیں بلدیاتی نظام کے بہت سے اصول ملتے ہیں، جہاں تک محکمۂ احتساب کا تعلق ہے، فارابی، ماوردی اور اور طوسی اسی کی موافقت میں ہیں؛ ماوردی نے محکمۂ احتساب کی خصوصیات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ محکمۂ انصاف اور محکمۂ پولیس کے درمیان ایک محکمہ ہے، محتسب کا فریضہ یہ ہے کہ اچھے کام جاری کرے اور برے کاموں کو روکے۔[(49)]

قرآنی اصطلاح معروف کی تین قسمیں ہیں:

۱- حقوق اللہ ۲- حقوق العباد ۳- وہ اعمال وہ افعال جن کا تعلق دونوں سے ہو۔

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود انجام دیتے تھے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بازاروں میں نکلتے تو جگہ جگہ رک کر، ناپ تول کر، پیمانہ دیکھتے، چیزوں میں ملاوٹ کا پتہ لگاتے، عیب دار مال کی چھان بین کرتے، گراں فروشی سے روکتے، استعمال کی چیزوں کی مصنوعی قلت کا انسداد کرتے؛ اس ضمن میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ حدیثیں اصولوں کی تعین کرتی ہیں[(50)]۔

بلدیاتی نظام میں سب سے اہم سڑکوں، پلوں کی تعمیر اور دیکھ بھال کے علاوہ نئی شاہراہوں کی تعمیر اور آئندہ کے لیے ان کی منصوبہ بندی کا کام ہوتا ہے۔ بعض لوگ ذاتی اغراض کے لیے سڑکوں کو گھیر لیتے ہیں، بعض مستقل طور پر دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں، فقہِ اسلامی میں اس کے بارے میں واضح احکام ملتے ہیں؛ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات

(49). عہد نبوی کا تمدن: ڈاکٹر لیٰسین مظہر صدیقی ص ۶۷

(50). عہد نبوی کا تمدن: ڈاکٹر لیٰسین مظہر صدیقی ص ۶۷

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

ہاتھ ہوگی، اس سے کم گلی بھی نہیں ہوسکتی۔"[51]۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑکوں پر گندگی ڈالنے سے روکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑکوں پر سے رکاوٹ کی چھوٹی موٹی چیز کو ہٹادینے کو صدقہ قرار دیا ہے، سڑکوں پر سایہ دار درخت لگانے کا حکم ہے۔ ابو للیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ "کسی سمجھ دار آدمی کے لیے یہ بات زیبا نہیں کہ وہ راستہ پر تھوکے یا ناک صاف کرے، یا کوئی ایسا کام کرے، جس سے سڑک پر پیدل چلنے والے کے پاؤں خراب ہو جائیں، اسلام کا قانون حق آسائش اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ سڑک پر کوئی عمارت بنائی جائے"

موجودہ دور میں ایک اہم مسئلہ ٹریفک کا ہے، اس کے بارے میں تعلیماتِ بنوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام ملتے ہیں، سڑکوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے اور راستہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں تک کے لیے راستہ کی آزادی برقرار رکھی ہے، مدینہ کی شہری مملکت میں پینے کے پانی کا انتظام یہودیوں سے کنوئیں خرید کر کیا گیا، قبل از اسلام مدینہ کی گلیوں میں گندے پانی کی نکاسی کا انتظام نہ تھا، بیت الخلاء کا اس زمانہ میں رواج نہ تھا؛ لیکن مسلمانوں کی آمد کی وجہ سے جب شہروں کی آبادی بڑھنے لگی تو پھر ان مسائل کا حل تلاش کیا گیا

شہر میں پینے کے پانی کی بہم رسائی کا سرکاری طور پر انتظام کیا گیا، مدینہ میں پینے کے لیے میٹھے پانی کے کنوئیں اور چشمے بمشکل دستیاب ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو خود بھی مدینہ کی نو آبادی میں رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اہلِ مدینہ کے لیے یہودیوں سے میٹھے پانی کا کنواں بئر روماں خرید کر وقف کر دیا[52]۔

اسلام جسم و جان کی پاکیزگی اور ظاہر و باطن کی صفائی پر بہت زیادہ زور دیتا ہے، وضو، طہارت، غسل کے احکامات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدیں بنا کر وہاں طہارت خانہ تعمیر کرنے کی ہدایت جاری کی، اسلام کے عمومی مزاج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد گھر گھر غسل خانے بن گئے۔ ہر مسجد کے ساتھ طہارت خانہ تعمیر کیے گئے[53]۔

ہم سایہ کے حقوق کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار شادات ملتے ہیں، ان پر عمل درآمد سے انسانی معاشرہ کے کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں، صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی روایت ہے "کوئی مسلمان، مسلمان نہیں ہے، جب تک وہ اپنے ہمسائے کے لیے وہی بھلائی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔"

(51). صحیح مسلم
(52). (صحیح بخاری باب فضائل)
(53). ۔(ابن ماجہ)

CC BY

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

اس ایک ارشادِ مقدس میں صفائی ستھرائی، صحت، شائستگی، خوش خلقی، صلح جوئی، ہمدردی، ایثار اتنی ساری باتیں آتی ہیں کہ شہری زندگی کے تمام ضوابط کی عمدگی سے پابندی ہو سکتی ہے۔

ہجرت سے قبل مدینہ میں ناجائز تصرفات عام تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے منع فرمادیا، گلی یا کوچہ کی کم سے کم چوڑائی جھگڑا ہو جانے کی صورت میں سات ہاتھ "ذراع" مقرر کی گئی[54]۔۔جوفِ مدینہ کی آبادیوں میں گلیاں عام طور پر تنگ ہوتی تھیں، اس لیے مدینہ میں بھی کوچہ تنگ، مگر سیدھے تھے، باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکانات مختصر تھے، مگر عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشادہ مکانات کو پسند کیا اور فرمایا"خوش بخت ہے وہ شخص جس کی جائے رہائش وسیع اور پڑوسی نیک ہوں"[55]۔

حفظانِ صحت کا خیال رکھنا اسلامی زندگی کا بنیادی نظریہ ہے، صفائی اور پاکیزگی کو اسلام نے نصف ایمان کا درجہ دیا ہے، گھر کے باہر کا ہر مقام، اپنے جسم، اپنے کپڑوں کی پاکی کا حکم بار بار آیا ہے، مسجدوں کو پاکیزگی کے نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے، سرکاری عمارتوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدوی مسجد نبوی ﷺ کی دیواروں پر تھوک دیتے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کو صاف کرتے تھے، وضو اور غسل کا نظام، غلاظت سے صفائی کے احکام، چوپال، کھلیانوں کی جگہ، دریاؤں کے کنارے اور تفریح کے مقامات کو پاک صاف رکھنا حفظانِ صحت کے اصول کے مطابق بھی ہے اور اس میں شائستگی کا اظہار بھی ہے[56]۔۔

حفظانِ صحت ہی کے اصول کے تحت بلدیاتی نظام میں کھانے پینے کی چیزوں کے خالص ہونے پر زور دیا گیا ہے، ملاوٹ کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں اور عذاب کی وعید ہے، پینے کے پانی کو صاف رکھنے اور گندے پانی کی نکاسی کے احکام بھی اسی عنوان کے تحت آتے ہیں، اسی عنوان سے متعلق بیماریوں کے علاج کی سہولتیں بھی ہیں، ان میں وباؤں کے خلاف حفاظتی تدابیر اور ہر وقت ان کے انسداد کی ذمہ داری شہری حکومت پر ہے۔

سایہ، چمن بندی، عوامی تفریح گاہوں کا انتظام بھی عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے، مثلاً سورۂ عبس میں ارشاد ربانی ہے کہ " ہم نے زمین سے اناج اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا، یہ سب کچھ تمہاے اور

(54).(صحیح مسلم)
(55).(امام بخاری۔ باب ادب المفرد)
(56).عہد نبوی کا تمدن :ڈاکٹر لیسین مظہر صدیقی ص ۶۷

Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.4, Issue.1 (Jan-Mar-2026)
Acceptance Date26-02-2026
HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X
Publication Date: 16-03-2026

تمہارے چوپایوں کے لیے بنایا ہے (57)

ہجرت کے وقت مدینہ باغوں کی سرزمین کہلاتا تھا، اور یہاں کے لوگ باغات کے بہت شوقین تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر اور مسجد کی تعمیر کے وقت یہ کوشش کی کہ وہاں موجود کھجور کے درختوں کو کم سے کم نقصان پہنچے، مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے قریب کھجور کے درختوں کا ذکر کتب احادیث میں ملتا ہے، جہاں غسل خانہ اور طہارت خانہ بھی تھا اور کنواں بھی اسی جگہ تھا، مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے دروازہ کے بالمقابل حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا وسیع و شاداب باغ بیر حاء تھا، جہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تشریف لے جاتے (58)۔

مدینہ میں نکاسیِ آب کا کوئی مسئلہ در پیش نہیں آیا؛ کیوں کہ شہر اونچی ڈھلوانی جگہ پر تھا، اکثر کہیں سے کوئی پہاڑی ندی، نالہ گذرتا تھا تو وہاں باندھ کے ذریعہ عمارات اور تعمیرات کو محفوظ بنادیا گیا تھا۔

ہجرت کے بعد مدینہ میں خرید وفروخت کی سہولت کے لیے علیحدہ منڈی یا بازار بنادیا گیا، خیال یہ ہے کہ یہ منڈی بنو قینقاع کے اخراج (۳ھ ء) کے بعد قائم ہوئی ہوگی؛ کیونکہ اس سے پیشتر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دوسرے تجارت پیشہ مسلمان اپنا کاروبار قینقاع کے بازار میں کرتے تھے (59)۔

مدینے کا بازار مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ تھا، بازار خاصہ وسیع و عریض تھا اور آخر عہد نبوی ﷺ میں نہایت بارونق اور تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا، تجارت کے فروغ کے لیے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردست کوششیں کی، جن میں سب سے اہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا۔ ”مدینہ کی منڈی میں کوئی خراج نہیں ہے “۔(60)

زمانۂ جاہلیت میں خفارہ کا نظام اور قدم قدم پر محصول چنگی کی وجہ سے تجات میں بڑی رکاوٹیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سیاسی اور عسکری مصالح کے پیش نظر یہ حکم صادر فرمایا جو دوررس نتائج کا سبب تھا، اور دراصل اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چنگی کی لعنت ہی ختم نہ کی؛ بلکہ جزیرۃ العرب کی تسخیر کے بعد تمام ملک میں، مدینہ کی طرح آزادانہ درآمدات اور برآمدات کی اجازت دے کر بین الاقوامی آزاد تجارت کی داغ بیل ڈالی اور جدید تحقیقات نے اس بات کا ناقابل تردید ثبوت

---

(57). “(سورۂ عبس آیت: ۳۲-۲۷)
(58). (صحیح بخاری، نسائی، ابن ماجہ)
(59). (صحیح مسلم)
(60). (فتوح البلدان، بلاذری)۴۵۷

CC BY

فراہم کر دیا ہے کہ آزاد بین الاقوامی تجارت نہ صرف اقوام وملل کے لیے، بلکہ پوری نوعِ بشر کی مادی ترقی کے لیے ضروری ہے، جس کے ذریعہ بین الاقوامی طور پر اشیاء کی قیمتیں متوازن رکھ کر عوام کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے اس طرح اقوام خوشحال بن سکتی ہیں
61

نتیجہ:(Conclusion)

اس مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مالی وانتظامی نظام ایک مکمل اور مثالی ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ ﷺ نے ذاتی زندگی میں سادگی، قناعت اور ایثار کو اپنایا، جبکہ ریاستی سطح پر ایک منظم، عادلانہ اور فلاحی نظام قائم کیا۔آپ ﷺ کے نظام کی بنیاد شفافیت،انصاف، مساوات اور عوامی فلاح پر تھی۔بیت المال کو ذاتی ملکیت نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے عوام کی امانت تصور کیا گیا۔معاشرے کے کمزور طبقات، یتیموں، مساکین اور مقروض افراد کی کفالت کو ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا۔

مزید برآں، انتظامی طور پر ایک مربوط نظام تشکیل دیا گیا جس میں عدلیہ، تعلیم، سفارت کاری اور بلدیاتی امور کو منظم انداز میں چلایا گیا۔اس نظام نے نہ صرف ایک مستحکم ریاست کی بنیاد رکھی بلکہ ایک مثالی معاشرہ بھی تشکیل دیا۔

عصر حاضر میں یہ ماڈل نہایت اہمیت کا حامل ہے۔اگر موجودہ معاشرے اور ریاستیں ان اصولوں کو اپنائیں تو معاشی ناانصافی، بدعنوانی اور سماجی بے ترتیبی جیسے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔اس طرح نبی کریم ﷺ کا پیش کردہ نظام ہر دور کے لیے ایک جامع اور قابل عمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

---

[61] عہد نبوی کا تمدن: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ص ٦٧

CC BY